# دیارِ غرب کے مشاہدات و تاثرات

سعید احمد اکبر آبادی

ماحول اور حالات کا دباؤ کس قدر سخت اور عجیب ہوتا ہے؟ اس سلسلہ میں دو لطیفے سُن لیجیے، کلکتہ کا نیو مارکیٹ جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں یہ اپنی ساخت پرداخت اور ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے اچھا خاصہ لندن کا ایک مارکیٹ معلوم ہوتا ہے تقسیم سے پہلے اس کا حُسن شباب پر تھا، شام کے اوقات میں یہاں فیشن ایبل خواتین اور خصوصاً اینگلو انڈین لڑکیوں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ چلنا مشکل تھا اتفاق سے ایک مرتبہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے زمانۂ قیام میں حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند کے اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے کلکتہ پہونچے اور ایک دن شام کو مفتی صاحب کی معیت میں نیو مارکیٹ پہونچ گئے" یہاں اینگلو انڈین لڑکیوں کے ہجوم کے باعث مفتی صاحب کو ہٹ بچ کر چلنا پڑ رہا تھا، حضرت میاں صاحب نے یہ دیکھا تو وجہ پوچھی، مفتی صاحب بولے حضرت! آپ دیکھ رہے لڑکیوں نے کیسی یلغار کر رکھی ہے! میاں صاحب نے یہ سُنتے ہی مُسکراتے ہوئے دیوبندی انداز میں فرمایا!

" اجی مفتی جی! آپ بھی کمال کرتے ہیں، بھلا ان کو لڑکیاں کون کہہ دے گا، یہ تو لڑکے ہیں لڑکے"! مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی جو خود بھی ایک بلند پایہ مفتی ہیں، اُنھوں نے یہ واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کہ حضرت میاں صاحب نے ایک بات صرف بطور مزاح نہیں

کہی، بلکہ مسئلہ کی فقہی حیثیت پر بھی روشنی ڈال دی"!

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہنگامۂ قتل و غارت گری کے ختم ہونے کے بعد جب حضرت شیخ بختیار الدین کاکی کے عرس کا زمانہ آیا تو اگرچہ ان دنوں قطب صاحب میں کوئی مسلمان آباد نہ تھا تاہم گاندھی جی کے اصرار سے اور حکومت کے انتظامات کے ماتحت یہاں عرس ہوا اور اکابر جمعیت علماء کے ساتھ خود گاندھی جی بھی اس میں شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں گاندھی جی حسب معمول دو لڑکیوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے جب حضرت کاکی کے مزار پر حاضری دینے کے لئے مزار کے کٹہرہ میں داخل ہونے لگے تو ایک مجاور نے انھیں ٹوکا اور کہا مہاتما جی! اس کٹہرہ میں لڑکیاں داخل نہیں ہوسکتیں! مولانا احمد سعید دہلوی مرحوم ساتھ تھے، انھوں نے جو یہ سُنا تو اپنے مخصوص ٹکسالی لب و لہجہ میں چمک کر بولے " ارے میاں کیا کہہ رہے ہو! یہ تو گاندھی جی کی لکڑیاں ہیں، لڑکیاں کہاں ہیں؟

**مغرب میں مذہب** ہم میں بہت سے لوگ جنھیں یورپ جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مغرب میں مذہب۔ خدا پرستی اور رُوحانیت کا کہیں وجود نہیں وہاں مادہ پرستی کا زور ہے اور گناہ یا ثواب کا کوئی تصوّر نہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے ٹھیک ایسے ہی جیسے ہمارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ ہم میں وہ لوگ جو مغربی طرز زندگی کو پسند کرتے اور مغربی لباس میں نظر آتے ہیں اور اسی طرح جو خواتین پردہ نہیں کرتیں اور مردوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہیں دونوں مذہب سے بیگانہ اور اس کی روایات و . . . تہذیب سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

اب ہر ملک میں آپ کو بکثرت ایسے مسلمان نظر آئیں گے کہ دیکھنے میں بالکل فرنگی، لیکن نماز روزہ کے سختی سے پابند اور اس کی روایات و شعائر کا ادب پورے طور پر ملحوظ! جو بات غلط ہے وہ بہرحال غلط ہی رہے گی اور ایک مرد پارسا کے پینے سے شراب جائز نہیں ہو جائے گی۔ لیکن گذارش کا مقصد یہ ہے کہ کسی شخص یا کسی قوم کی محض ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر اس کے

باطنی معتقدات و افکار اور اخلاقی کردار کے متعلق فیصلہ کر دینا قرینِ انصاف نہیں - چنانچہ ایک مشرقی جب یورپ میں پہلے پہل داخل ہوتا ہے تو اسے یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ جس خطۂ زمین کو وہ مذہب ، اور خدا شناسی سے بالکل بیگانہ سمجھے ہوئے تھا وہاں کی عام زندگی آج بھی بڑی حد تک مذہب کے زیرِ اثر ہے یوں تو جدت پسندی کے ساتھ قدامت پرستی کے مظاہر و آثار پورے یورپ میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن مونٹریل کا عالم تو یہ ہے کہ جس طرح ہر بڑے بازار میں آپ کو بکثرت ایسی دکانیں ملیں گی جہاں قدیم چیزیں از قسم فرنیچر ظروف و اوانی، لباس - اسلحہ اور سامانِ آرائش وغیرہ فروخت ہوتی ہیں - اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ گرجا اور یہودی معابد آپ کو قدم قدم پر نظر آئیں گے - ادھر ادھر مذہبی ادارے بائبل سوسائٹیاں بھی دکھائی دیں گی - حقیقت یہ ہے کہ مذہبی ادارے اور مراکز جس تنظیم ایثار و خلوص اور سادگی و جوش کے ساتھ اور بڑے وسیع پیمانہ پر مغرب میں کام کر رہے ہیں ، مشرق ان سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتا ہے ، جس طرح نیویارک اُونچی اُونچی عمارتوں کا شہر کہلاتا ہے اسی طرح مونٹریل گرجاؤں کا شہر ہے ، اور گرجا بھی کیسے ؟ نہایت عالی شان بہت وسیع اور نہایت قیمتی سازوسامان سے آراستہ و پیراستہ - اتوار کو یا کسی تقریب کے دن مردوں ، عورتوں بوڑھوں اور جوانوں کا ان میں ہجوم ہوتا ہے ، جو بڑے اہتمام کے ساتھ صاف ستھرا لباس پہن کر یہاں جمع ہوتے اور عبادت کرتے ہیں ، عبادت کے اوقات کے علاوہ ان گرجاؤں میں وقتاً فوقتاً ایسے مرد عورت بھی ملیں گے جو نہایت خاموشی کے ساتھ کسی ایک گوشہ میں مراقبہ (Meditation) کر رہے ہیں ، آئے دن مذہبی تقریریں ہوتی رہتی ہیں جن کو بڑی دلچسپی اور شوق و توجہ سے سُنا جاتا ہے مونٹریل کا سب سے زیادہ کثیر الاشاعت اور ضخیم اخبار مونٹریل اسٹار ہے اس اخبار کے سنڈے اڈیشن چار صفحے بلاناغہ بڑی پابندی کے ساتھ خالص مذہبی مضامین و مواعظ کے لیے وقف رہتے ہیں ، اس کے علاوہ دوسرے اخبارات و رسائل میں بھی مذہبی مقالات و مضامین برابر شائع ہوتے ہیں یہاں پروٹسٹنٹ کے

مقابلہ میں کیتھولک عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ لوگ مذہب کے معاملہ میں بڑے کٹر اور سخت ہوتے ہیں، پورے ملک میں جگہ جگہ ان کے اپنے سکول ہیں جہاں بچوں اور بچیوں کو مذہبی تعلیم لازمی طور پر دی جاتی ہے، اس کے علاوہ یونیورسٹیوں میں بھی فیکلٹی آف تھیالوجی کے ماتحت مذہب کی اعلیٰ تعلیم اور ریسرچ کا بندوبست ہے، مذہب یہاں کی زندگی میں کتنا دخیل ہے! اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ مونٹریل میں بازاروں، سڑکوں اور گلی کوچوں کے نام اکثر و بیشتر کسی بزرگ مذہبی شخصیت اور مقدس پیشوا کے نام پر ہیں۔ مونٹریل میں عیسائیوں کے ساتھ یہودی بھی بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ اور اپنی قومی روایات کے مطابق یہاں کی تجارتی اور صنعتی و حرفتی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں ان کی مذہبی تنظیم بھی بڑی مضبوط اور وسیع ہے جس کے ماتحت یہ لوگ مذہبی تعلیم و تربیت اور مذہبی عبادات و فرائض کی بجا آوری کا اہتمام و انتظام کرتے ہیں۔ یہ لوگ مذہبی معاملات و مسائل میں عموماً اس قدر سخت ہیں کہ یہودی ذبیحہ (کوشر) کے علاوہ اور کوئی ذبیحہ نہیں کھاتے۔ ایک مرتبہ ریل کے ذریعے مونٹریل سے نیویارک جاتے ہوئے میرا اور ایک یہودی فیملی کا ساتھ ہو گیا" یہ فیملی ایک مرد، ایک عورت اور دو بچوں پر مشتمل تھی مرد کی عمر تیس بتیس برس سے زیادہ نہیں ہوگی لیکن ڈاڑھی بڑی گنجان و دراز تھی، باتوں باتوں میں انھوں نے بتایا کہ اگر کسی شہر میں کوشر دستیاب نہ ہو تو وہ ترک لحم کر دیں گے اور دوسری چیزوں پر قناعت کریں گے۔

یورپ اور امریکہ میں جو یونیورسٹیاں ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کسی نہ کسی مذہبی سوسائٹی یا مذہبی ادارہ کے ماتحت یا کم از کم اُس کے زیر اثر ہیں اسی وجہ سے ان یونیورسٹیوں کے سب سے بڑے دروازہ کی محراب پر حضرتِ عیسیٰ کا قول یا انجیل کی کوئی عبارت کندہ ہے اور عام طور پر ہر یونیورسٹی کے ساتھ ایک گرجا بھی ہوتا ہے۔ ان یونیورسٹیوں میں جو تقریبات ہوتی ہیں اُن کا آغاز اور انجام دونوں عام طور پر دعا سے ہوتے ہیں، اور یونیورسٹیوں کا کیا ذکر! شاید آپ کو معلوم ہو، چار سو برس کی مدت ہو گئی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انگلینڈ کے دارالعوام (House of Commons) کے کسی ایک دن کی کارروائی بھی دعا کے بغیر شروع ہو گئی ہو۔

میں متعدد مذہبی اجتماعات میں ایک عام سامع کی حیثیت سے شریک ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر و بیشتر تقریروں میں مادہ پرستی اور لذائذ جسمانی میں انہماک کی برائی کی جاتی اور خدا کی طرف واپس لوٹنے کی دعوت دی جاتی تھی۔ امریکہ کا ایک مشہور مبلغ جس کا تذکرہ کئی بار ریڈرس ڈائجسٹ میں بھی آچکا ہے اس کی تقریر اور وعظ کا ٹیپ کا بند سوائے (BAK TO GOD) کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں اور تقریر کی اثرانگیزی کا یہ عالم ہے کہ جہاں کہیں وہ جاتا ہے، عیسائی اور دوسرے مذاہب کے مرد اور عورت ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے اور چیخ مار مار کر روتے ہیں۔ بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے یہ جس کسی ملک میں اپنے اسٹاف کے ساتھ پہونچتا ہے وہاں کی حکومت کو اس کے قیام وغیرہ کے لئے خاص انتظامات کرنے ہوتے ہیں۔ سکریٹری اور اسسٹنٹ سکریٹریوں کا ایک لشکر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے نام روزانہ جو خطوط آتے ہیں ان کا روزانہ اوسط کم و بیش پانچ سو ہے۔ اس مشنری کا نام بلی گراہام (BILLY GRAHAM) ہے۔ اس کے مواعظ کی شعلہ افشانی کا اندازہ اس ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ موثق اطلاعات کے مطابق اس شخص نے ۱۹۵۵ء میں برطانیہ عظمیٰ کا دورہ کیا تو بیس لاکھ مرد اور عورت، بوڑھے اور جوان اس کی تقریروں میں شریک ہوئے، لندن میں اس کا قیام صرف ایک ہفتہ رہا۔ اس ایک ہفتہ میں اس نے چار لاکھ سے زیادہ انسانوں کو خطاب کیا، ان میں سے تیس ہزار مردوں اور عورتوں نے اس کے سامنے عہد کیا کہ آئندہ وہ مذہبی زندگی بسر کریں گے۔ ڈاکٹر ٹاؤنلے لارڈ (DR TOWNLAY LARD) اور سر فرینک میڈلیکوٹ ممبر پارلیمنٹ (SIR FRANK MEDLICOT M.P.) دونوں کا بیان ہے (ریڈرس ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۵۵ء ص ۲۷، ۲۸) انگلستان میں جہاں کہیں ہم گئے ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ بلی گراہام کے دورہ کے بعد وہاں کی فضا بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے جو لوگ مذہب بیزار تھے اب ان میں مذہبی جوش اور ولولہ پایا جاتا ہے اور جو مذہب پہ گفتگو پسند نہیں کرتے تھے اب انھیں اٹھتے بیٹھتے مذہب کا ہی ذکر ہے، عام مسلمانوں کی طرح

پہلے میں بھی یہ سمجھتا تھا کہ اسلام پر مختلف زبانوں میں لٹریچر کا جو عظیم ذخیرہ ہے وہ کسی اور مذہب کو نصیب نہیں۔ لیکن ایک مرتبہ مکگل یونیورسٹی لائبریری میں مذہب کے سکشن اور پھر اس یونیورسٹی کے ماتحت فیکلٹی آف تھیالوجی کے اپنے کتب خانہ کا جائزہ لیا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، دونوں جگہ بلا مبالغہ پچاس ہزار سے کم کتابیں نہیں ہوں گی جو صرف عیسائیت سے متعلق تھیں۔

ایک زمانہ تھا جب اقبال نے مشرق اور مغرب کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے کہا تھا:۔

مردہ لادینیٔ افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطیٔ افکار سے مشرق میں غلام

لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اقبال کا یہ قول اس عہد کے لئے تو درست تھا جب کہ مشرق شہنشاہیت اور استعماریت کی زنجیروں میں جکڑ بند ہونے کے باعث اپنے خصائص، علم وعمل اور محاسنِ اخلاق سے محروم ہوگیا تھا اور دوسری جانب یورپ صنعتی تہذیب وتمدن کے دوریا درج وشباب سے گزر رہا تھا۔ یہ دور اب گذر چکا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف مشرق بیدار ہو رہا ہے اور دوسری جانب چونکہ یورپ کا زعم لمن الملک الیوم ٹوٹ چکا اور اس کا پندار ختم ہوگیا ہے، اس لئے مادہ پرستی نے اس کی سادہ فطرت پر جو پردے ڈال دئے تھے اب آہستہ آہستہ وہ اُٹھتے جارہے ہیں۔ اس بناء پر آج کلی طور پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ "افرنگ میں عشق" بالکل مردہ ہے۔ اور مشرق کی عقل پہلے کی طرح اب بھی غلام ہے۔ ایک مرتبہ انسٹی ٹیوٹ میں مذہب اور ریاست پر گفتگو ہورہی تھی میں نے اس سلسلہ میں بطور اظہار تعجب کہا کہ اگر مسلمان حکومتیں جنگ کی تیاری کر رہی ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ دشمنوں کے ڈر سے جنگ کی تیاری کرنا خود اسلام کی تعلیم ہے۔ البتہ تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ شریعت عیسوی کی پیرو اقوام کس طرح جنگ کا اہتمام اور بندوبست جائز سمجھتی ہیں، اس پر پروفیسر اسمتھ نے کہا کہ "مسٹر کینیڈی صدر امریکہ چونکہ کیتھولک ہیں اس لئے

وُہ کہتے ہیں کہ ہم جنگ کی تیاریاں جو کچھ کر رہے ہیں وُہ جنگ روکنے کے لیے کر رہے ہیں لیکن اگر کبھی ایسا موقع آیا کہ جنگ کرنی ہی پڑی تو ــــ مسٹر کنیڈی نے اعلان کیا ــــ میں خود صدارت سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ فرمایئے کہ کیا اس ذہن کو بھی آپ یہ کہیں گے کہ اس کے افکار اقبال کے "اصطلاحی عشق" کی آمیزش سے معرا ہیں، جنوبی امریکہ میں رنگ و نسل اور کالے گورے کا سوال کس قدر پیچیدہ اور سخت ہے؟ ہر باخبر شخص اس سے واقف ہے کہ آخر خود مسٹر کنیڈی ہی اس شورش و جنون کی بھینٹ چڑھ گئے! ستمبر ۱۹۶۲ء کے آخر مہینوں کا ذکر ہے، امریکہ کے ایک شہر برمنگھم (اس نام کا ایک شہر انگلینڈ میں بھی ہے) کے ایک سکول میں دو نیگرو لڑکے داخل ہوئے، سفید فام لوگوں نے اس پر سخت احتجاج کیا اور حسب عادت و معمول قسم قسم کی شرارتیں کیں، آخر اسکول کی انتظامیہ کمیٹی کا جلسہ اس پر غور کرنے کے لیے بلا گیا، شام کے چار پانچ بجے کے درمیان کا وقت ہوگا کہ اسکول کی عمارت میں انتظامیہ کمیٹی کے ممبر اس پر غور کر رہے تھے کہ موجودہ فساد بدامنی کی موجودگی میں ان افریقی بچوں کو اسکول میں رہنے دیا جائے یا ان کو خارج کر دیا جائے اور ادھر سفید فام فسادیوں نے اسکول کی پوری عمارت کو منتظمہ کمیٹی پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے گھیر رکھا تھا، ٹھیک اس وقت صدر کنیڈی نے اپنے دفتر سے برمنگھم کے ان فساد پروروں کے نام ایک تقریر نشر کی جسے T.V. پر میں نے بھی سُنا تھا، یہ عجیب و غریب اور نہایت پرجوش و ولولہ انگیز تقریر تھی، اس میں صدر کنیڈی نے انسانیت، شرافت، اور جمہوریت کا واسطہ دے کر بڑے درد انگیز لب و لہجہ میں ان لوگوں سے درخواست کی تھی کہ اسکول میں نیگرو بچوں کے داخلہ پر احتجاج نہ کریں، اس تقریر میں جو خلوص، جوش اور جذبہ تھا وہ اس بات کی روشن دلیل تھا کہ مقرر کا دل روحانی اقدار، انسانیت کی عظمت سے پُر ہے۔ اس کے علاوہ اور لوگوں سے بھی سنا کہ مسٹر کنیڈی کٹر مذہبی انسان تھے، ہر اتوار کو گرجا پابندی سے جاتے تھے۔ اسی طرح میرے ابتدائی زمانۂ قیام میں کینڈا کے وزیر اعظم مسٹر ڈفن بیکر تھے، ان کی نسبت بھی لوگ کہتے تھے کہ اس درجہ مذہبی

انسان ہیں کہ شراب تک نہیں پیتے۔

میں نے وہاں کے مذہبی لوگوں میں دو باتیں خاص طور پر نوٹ کیں۔ جنھوں نے مجھکو بہت متاثر کیا ہے: ایک یہ کہ چونکہ یہاں دکھاوا۔ ریاکاری اور تصنع و بناوٹ ہے ہی نہیں، جوبات ہے صاف اور بلاغل وغش ہے اس لئے یہاں جو رند ہے (اور تعداد انھیں کی زیادہ ہے) وہ کھلا ہوا رند ہے، اسی طرح جو پارسا ہے وہ ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے یکساں ہے۔ اندر کا اصل حال تو خدا ہی جانتا ہے لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے جو لوگ مرد ہوں یا عورت شروع سے ہی مذہب کی خدمت کو اپنا مقصدِ زندگی قرار دے لیتے ہیں وہ بڑی سادگی سے رہتے ہیں، خلوص اور تندہی سے کام کرتے ہیں۔ جفاکشی سے گھبراتے نہیں اور دنیاوی علیش و آرام سے بے نیاز ہو کر رہتے ہیں۔ یہ مذہب کو حصول جاہ و منصب کا آلہ و وسیلہ نہیں بناتے۔ نذرانے نہیں لیتے، چہارگونہ یا پنج گونہ سفر خرچ وصول نہیں کرتے۔ انھیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ وہ رقص و سرود کے مجالسِ شبانہ یا حُسنِ عُریاں و بے حجاب کی جلوہ گاہوں میں نظر نہیں آئیں گے، یہ عبادت کریں گے تو خالص عبادت کی غرض سے، حج اور اسمگلنگ کی نیت سے! شاید وہاں اس کا تصوّر بھی نہیں ملیگا۔ یہ لوگ اپنے مذہب کی خدمت اور تبلیغ کرتے ہیں تو صرف زبان سے نہیں، بلکہ علم عمل اور خدمت ان تینوں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ خدمت کے لیے فروتنی، بےنفسی، اور انکساری ضروری ہے، یہ تینوں صفات ان کے اندر ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں کا "مولوی" نرا مولوی نہیں ہوتا، وہ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کا بھی تقابلی مطالعہ کرتا ہے، مذہبی علوم و فنون کے ساتھ علوم جدیدہ بھی حاصل کرتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان علوم میں درک اور کمال پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ مشنریز میں کام کرنے والوں میں آپ کو انجینئر بھی ملیں گے، اور ڈاکٹر بھی، پروفیسر بھی نظر آئیں گے، اور بیرسٹر بھی جو علوم و فنون کا حال ہے وہی زبانوں کا ہے، یہ لوگ کئی کئی

زبانیں جانتے ہیں اور صرف شُد بُد کی حد تک نہیں بلکہ ان میں بولتے ہیں۔ تقریریں کرتے اور لکھتے ہیں۔

مغرب میں مذہب کی نسبت ہم میں سے بعض لوگوں کا جو خیال ہے وہی اخلاقی ڈسپلن اور ضابطۂ خیر و شر کے متعلق بھی ہے۔ یعنی یہاں ابیقوریت کا دور دورہ ہے ہر شخص کو عیش طلبی اور حظ جوئی کی فکر ہے۔ لیکن جیسے وہ پہلی بات غلط تھی یہ بھی غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مغربی سوسائٹی میں عورتوں اور مردوں کا بے باکانہ اور آزادانہ اختلاط و ارتباط، جنسی معاملات و مسائل میں ان کا لبرلزم۔ شراب کی افراط و بہتات، دولت اور سامانِ عشرت و نشاط کی فراوانی ان سب چیزوں نے مل ملا کر مغربی سوسائٹی کے اعصاب میں شاید قسم کا ہیجان و تشنج پیدا کر دیا ہے۔ (اس کی تفصیل آئندہ اپنے موقع پر آئے گی) لیکن اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ وہاں سرے سے کوئی ضابطۂ اخلاق یا نیکی اور بدی کا کوئی معیار ہی نہیں ہے، ملک کا جو قانون ہے وہ خود اس ضابطہ اور معیار کا احترام کرتا ہے اور غالباً اس حد تک کہ ہم لوگوں کو اس پر تعجب ہونا چاہیئے۔ ایک دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور پر عدالت کی طرف سے محض اتنی سی بات پر جرمانہ کر دیا گیا کہ ایک شخص نے اس کو کرایہ پر لینا چاہا، مگر یہ صاف انکار کر کے آگے بڑھ گیا، ڈرائیور نے اپنی صفائی میں کہا کہ میری بیوی بیمار تھی، مجھے اس کو گھر سے لے کر شفاخانے پہنچانا تھا، اس لئے میں نے سواری بٹھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر عدالت نے کہا تمہارا عذر واقعی معقول ہے۔ لیکن جس انداز سے تم نے اس شخص کو ٹیکسی میں بٹھانے سے انکار کیا ہے اس سے اس کو صدمہ پہونچا ہے، اس لئے تم پر جرمانہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ تم کسی سے دل شکن انداز میں گفتگو نہ کرو۔

امریکہ اور کناڈا میں ایک خاص قسم کا طبقہ ہے جو بیٹنک (BEATNICK) کہلاتا ہے ان کو سوسائٹی کے عوامانہ رسمیہ اور معاشرتی قوانین و ضوابط سے بغاوت ہوتی ہے۔ انھیں ہر ایسی چیز کے کرنے میں لطف آتا ہے جو سوسائٹی میں معیوب و مذموم سمجھی جاتی ہے، یہ نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنیں گے، برسوں غسل نہیں کریں گے، ہفتوں منہ ہاتھ نہیں دھوئیں گے، بالوں میں

نہ تیل ہوگا اور نہ کنگھی۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط میں کسی قسم کی پردہ داری اور لحاظ وشرم سے کام نہیں لیں گے۔ مونٹریل اور نیویارک میں ان لوگوں کے چند خاص خاص محلوں اور علاقوں میں مکانات ہیں جہاں یہ رہتے ہیں۔ اپنے گھروں میں یہ جو چاہیں کریں حکومت ان سے تعرض نہیں کرتی، لیکن جب یہ لوگ کسی رسٹوران کسی پبلک جگہ پر بیٹھ کر یہ حرکتیں شروع کر دیتے ہیں تو پولس چھاپہ مار کر ان کو گرفتار کرلیتی ہے۔ ایک مرتبہ خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ مغرب کے بعد ایک رسٹوران میں کافی پینے پہونچا اور ایک گوشہ میں جاکر بیٹھ گیا دائیں جانب نظر ڈالی تو عورت، وشکل سے پانچ چھ مرد اور عورت بیٹنک دکھائی دیئے، یہ لوگ کافی اور سگرٹ پی رہے تھے۔ مگر بدتمیزی کے ساتھ۔ ایک لڑکی ایک مرد کے گود میں اور دوسری دوسرے کی آغوش میں اس سے مجھے وحشت بھی ہوئی اور گھبراہٹ بھی کافی میز پر آہی گئی تھی اس لئے جلدی جلدی زہر مار کرکے باہر نکلا ہی تھا کہ دیکھا کہ پولس اندر جارہی ہے ؛

## حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ نے نصف صدی تک مسلمانوں کی جو دینی وسیاسی رہنمائی فرمائی ہے۔ ایثار و قربانی، صبر وقناعت اور دل سوزی وجفاکشی کی جو مثال قائم کی ہے اس سے کون واقف نہیں، مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی مفتی اعظم کی زندۂ جاوید یادگار اور قوم کی مقدس امانت ہے، یہ متوکل ادارہ حسب سابق تعلیم وتعلم اور درس افتا میں مشغول ہے اور قوم کی مخلصانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے خدام حضرت مفتی اعظم کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

موجودہ گرانی کی وجہ سے خدام مدرسہ سخت پریشان اور مضطرب ہیں۔ چندہ کی کمی اور اخراجات کی زیادتی سے حوصلہ پست ہوا جارہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ اپنی اس مقدس امانت کی خبرگیری کیجیے، حالات قابو سے باہر ہیں، سوچنے اور تامل کرنیکا موقع نہیں ہے، مدرسہ کے معاونین سے درخواست ہے کہ اپنے مقررہ چندے میں اضافہ فرمائیں اور اہل خیر حضرات کو توجہ دلاکر نئے معاون بنائیں، اور فوری طور پر بھی کچھ امداد فرمائیں ان اللہ لایضیع اجر المحسنین، ہم ہیں امیدواران کرم ارکان مجلس منتظمہ مدرسہ امینیہ

(حاجی حافظ محمد نسیم (تاجر بٹن) (مولانا) سید محمد میاں (سابق ناظم جمعیۃ علمائے ہند) (حاجی) محمد فاروق (تاجر آل کلاتھ) (حاجی حکیم) شریف الدین بقائی (مولانا) محمد سعید (میونسپل کونسلر) (مولانا مفتی) عتیق الرحمٰن عثمانی (ورکنگ صدر جمعیۃ علمائے ہند)

حفیظ الرحمان واصف مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ کشمیری دروازہ دہلی۔